۹۱

خدا اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزاء بہت بڑا جُرم ہے

(فرمودہ ۱۹- نومبر ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر فرمایا:-

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ- وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ- قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ- لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ [1]

گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ ہیں جو اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ایک فروعات سے تعلق رکھتے ہیں- بعض گناہ اس قسم کے ہیں جو اپنے اندر ایک اہمیت تو رکھتے ہیں لیکن ان کا مرتکب جب تک انہی کے دائرہ اور حلقہ میں رہتا ہے سلبِ ایمان اور دل کو سیاہ کرنے کا باعث نہیں ہوتا اور اس کا ضرر اور نقصان محدود ہی رہتا ہے- لیکن بعض گناہ اس قسم کے ہوتے ہیں جو بظاہر بہت ہی چھوٹی اور حقیر معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا انجام اور نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے- وہ انسان کے دل کو سیاہ کردیتے ہیں حتّٰی کہ سلبِ ایمان کا باعث ہوجاتے ہیں- ایسے گناہ کو جب تک جڑ سے ہی نہ کاٹ دیا جائے اس کی اصلاح بہت دشوار ہوجاتی ہے- اور پھر انسان سے اس کا نکلنا بہت مشکل ہوجاتا ہے- اس لئے مومن کو چاہیئے کہ ایسے گناہوں کی اصلاح ابتداء ہی سے کرے ورنہ بڑھ جائیں گے اور دل کو سیاہ

کردیں گے اور غفلت دن بدن ترقی کرتی چلی جائے گی۔

دیکھو بعض درخت اس قسم کے ہیں جن کے بیج اور گٹھلیاں تو بڑی ہوتی ہیں مگر ان کا درخت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور بعض درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا بیج تو بہت چھوٹا ہوتا ہے مگر ان کا درخت بہت ہی بڑا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں جنہیں انسان حقیر اور ضعیف سمجھتا ہے نتیجہ میں بہت بڑی ہوتی ہیں۔ اس لئے ایسے گناہ کی اصلاح جس قدر جلدی ہوسکے کرنی چاہیئے اور غفلت سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ اور اگر ایسے گناہ کی اصلاح ابتداء ہی نہ کی جائے تو رفتہ رفتہ وہ غالب آجائے گا۔ اور اس کے غالب آنے کے بعد اس کو مغلوب کرنا مشکل ہوجائے گا۔ پس مومن کو ایسے گناہوں سے بہت ڈرنا اور ہوشیاری سے کام لینا چاہیئے۔ اور اس کی اصلاح کیلئے ہر وقت کوشاں رہنا چاہیئے ورنہ جب اس کا درخت مضبوط ہوجائے گا۔ پھر اس کا اکھیڑنا بہت دشوار ہوگا۔ ان گناہوں میں سے جو بظاہر خفیف اور ہلکے معلوم ہوتے ہیں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی آیات کے ساتھ استہزاء اور ہنسی ٹھٹھا کیا جائے۔ بعض آدمیوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اس بات کی چنداں پرواہ نہیں کرتے اور اس گستاخی اور بے ادبی سے انسان کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ خداتعالیٰ ایسے انسان کو بے ایمان اور رُسوا کرکے تباہ کردیتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ [۲] پر کچھ سنا رہے تھے تو فرمانے لگے کوئی استاد تھا اس نے اپنے شاگردوں کو کہا کہ فلاں جگہ قرآن مجید رکھا ہے وہاں سے اُتار لاؤ۔ جب اس نے پکڑ کر اُتارا تو اس قرآن پر کچھ مٹی وغیرہ پڑگئی تھی وہ مٹی اس استاد پر گرگئی۔ اُس وقت اس کے استاد نے آیت يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا پڑھ دی۔ اس کا شاگرد بھی بڑا ہوشیار تھا اس نے جھٹ پڑھ دیا وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا [۳]۔ ایسے موقعہ پر استاد کا اس آیت کریمہ کو پڑھنا بالکل بے محل تھا۔ وہ وقت جب کہ انسان خدائے ذوالجلال کے پاس کھڑا تھرتھرائے گا اور اسے بات کرنے کی بھی جرأت نہ ہوگی اور تمام اعمال حبط نظر آئیں گے اور خوف کے مارے انسان کا دل کانپتا ہوگا۔ اور عذابِ الٰہی سے بچنے کی کوئی راہ نظر نہ آئے گی اور جس وقت کہ تمام خوشامدیں اور راحتیں اس کی نظر میں ہیچ ہوجائیں گی اور جس وقت کہ انسان اپنی بدیوں کو دیکھ کر اندر ہی اندر پگھلتا جائے گا اور شرم کے مارے آنکھ نہیں اُٹھاسکے گا' اس وقت تو يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا کہنا موزون اور برمحل ہوسکتا ہے لیکن اِس مٹی کے گرنے پر اس آیت کو پڑھنا قرآن کریم کی آیات کے

ساتھ کس قدر استہزاء اور ہنسی ہے۔

ایک چور تو چوری کرکے ایمان میں رہ سکتا ہے لیکن ایک ایسا انسان جو خدا اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزاء اور ہنسی سے کام لیتا ہے خداتعالیٰ کے نزدیک بہت مُجرم ہے۔ خداتعالیٰ کے انبیاء کے ساتھ استہزاء کرنے والا درحقیقت خداتعالیٰ سے استہزاء کرتا ہے۔ گو بظاہر یہ گناہ بہت چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت بہت بڑا گناہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں خداتعالیٰ نے استہزاء کے متعلق بڑی تنبیہہ فرمائی ہے دراصل یہ آیات تو منافقوں کے متعلق ہیں لیکن ساتھ ہی خداتعالیٰ نے اس مضمون کو بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ دل جو یقین اور نورِ معرفت سے معمور ہے اور پھر باوجود مومن ہونے کے قدم کافرانہ رکھتا ہے اور استہزاء کا طریق اختیار کرتا ہے' درحقیقت وہ خداتعالیٰ سے دُور ہے۔ بہت سے ہیں جو خداتعالیٰ کا نام ہنسی سے لیتے اور فضول فضول سی باتوں پر خداتعالیٰ کی آیات کو چسپاں کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد قادیان میں تھا اور ان دنوں میاں شریف صاحب کو ایک بیماری تھی اور ناک سے بہت پانی بہتا تھا۔ اس وقت اس نے آیت جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ پڑھی۔ گو مَیں اس وقت چھوٹا تھا۔ لیکن اس کا ایسے موقع پر اس آیت کو پڑھنا مجھے سخت ناگوار گزرا جس کی وجہ اس سے مجھے سخت نفرت ہوگئی۔ اس نے خداتعالیٰ کی آیت سے استہزاء کیا جس کی وجہ سے دیکھو اسے خدداتعالیٰ نے کیسا ذلیل کیا۔ اسے ایسی خفیف اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کرنے کی وجہ سے کس قدر صداقتوں کا انکار کرنا پڑا۔

مَیں دیکھتا ہوں ہمارے بعض دوست اب بھی اِس مرض میں مبتلا ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ اس سے پرہیز کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول عنہ ہمیشہ اس بدی کی مذمت کرتے رہتے اور اس کے چھوڑنے کیلئے بہت زور سے تاکید فرمایا کرتے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے۔ مَیں نے اب بھی دیکھا ہے کہ بعض دوست باوجود حق کو سمجھنے کیلئے محض روانی زبان اور مشق کیلئے ایسے اہم مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے ہیں جن کے وہ اہل نہیں۔ اور پھر باوجود دلائل جاننے کے دوسروں سے دلائل مانگتے اور ان پر عجیب عجیب جرحیں کرتے ہیں۔ مثلاً بعض تو خداتعالیٰ کی ہستی پر گفتگو کرتے ہیں۔ ایک خدا کی ہستی کا منکر بن جاتا ہے اور وہ اپنے دلائل دینے شروع کرتا ہے اور بڑے زور سے یہ ثابت کرتا ہے کہ خداتعالیٰ نہیں ہے ادھر سے دوسرا اس کے دلائل کو توڑتا اور اپنی تائید میں بڑے بڑے دلائل دیتا اور آیات قرآنی پیش کرتا ہے پھر ایک

رسالت کا انکار کرتا ہے تو دوسرا اس کا اثبات کرتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص لغو سا سوال بھی پیش کرتا ہے تو دوسرا اس کا جواب دینے کے درپے ہوتا ہے۔ گویا ایسے اہم مسائل میں پڑ کر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات اور رسولوں کے انکار کے بڑے بڑے دلائل دیں گے اور استہزاء کریں گے۔ لیکن استہزاء کے طور پر کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس بات کو بدلائل ثابت کرو کہ تم حرام زادے ہو یا تمہاری بہن بدکار اور حرام کار تھی یا تمہاری ماں ایسی تھی یا تمہارا فلاں رشتہ دار ایسا بدکار ہے۔ جب تم اپنے متعلق استہزاء کے طور پر اس قسم کے مباحثات اور مناظرات کو روانی زبان اور مشق کیلئے نہیں کرتے تو کیا خداتعالیٰ اور اس کے رسولؑ اور اس کے آیات ہی تمہاری مشق اور استہزاء کیلئے رہ گئے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے آقا رب کے متعلق ایسی لغو اور بیہودہ مسائل کو بدلائل ثابت کرے؟ جب تم اپنے نفسوں کیلئے استہزاء کے طور پر یہ پسند نہیں کرتے۔ اور اگر ایسا کرو بھی تو ایک منٹ میں تم خون خون ہوجاؤ تو پھر بتلاؤ کیا خدا اور اس کے رسولؑ اور آیات اور قرآن کریم اور مسیح موعود کے دعاوی کا انکار اور اثبات ہی تمہاری استہزاء کیلئے رہ گئے ہیں۔

ایسے عظیم الشان مسائل میں جو لوگ اپنے آپ کو اس کا اہل سمجھتے ہیں اور اس کے متعلق مباحثات اور باتیں کرتے ہیں وہ کبھی نور معرفت اور روحانیت کو نہیں پاسکتے' روحانیت کی ترقی اس سے قطعاً رُک جاتی ہے۔ دیکھو! جب سے مسلمانوں نے یہ رنگ اختیار کیا ہے اس کی ترقی بالکل مسدود ہوگئی ان کا ہمیشہ یہی دستور رہا اور اب بھی یہی ہے کہ جہاں کسی نے بات کی اس پر اعتراض شروع کردئیے اور جہاں کسی نے خداتعالیٰ کی ہستی یا رسالت یا کسی اور مسئلہ پر تقریر کی اعتراض اور جرح شروع کردی۔ اور اگر ان کو کہا جائے کہ تم خداتعالیٰ کی ہستی کے دلائل دو یا قرآن کریم کی صداقت کے دلائل بتلاؤ تو جواب کے وقت مبہوت ہوجائیں گے' اعتراض تو ہزاروں کردیں گے مگر جواب نہ دے سکیں گے۔ مَیں جب خلیفۃ المسیح الاول کے پاس پڑھا کرتا تھا تو پہلے پہلے مجھے بھی اعتراض کرنے کا بڑا شوق رہتا تھا۔ چنانچہ مَیں نے ایک دوبار جب اعتراض کئے تو حضرت خلیفہ المسیح الاول نے مجھے اعتراض کرنے سے روک دیا۔ پھر جب مَیں نے مثنوی ۵ پڑھی تو بعض وقت مجھے بہت ہی مشکلات پیش آتیں مگر مَیں اعتراض نہ کیا کرتا۔ پھر خداتعالیٰ مجھے خود ہی سمجھا دیا کرتا تھا۔ انسان جب خداتعالیٰ کیلئے کوئی کام کرتا ہے تو خداتعالیٰ خود اس کی تائید فرمادیتا ہے۔ اس کی کیا وجہ تھی کہ

حضرت مولوی صاحب ؓ مجھے روک دیا کرتے تھے؟

وجہ یہی ہے کہ انسان جب اعتراض کرتا ہے تو اپنی بات کو منوانے کیلئے خوامخواہ اِدھراُدھر سے دلائل دینے شروع کردیتا ہے خواہ ناحق پر ہی ہو۔ پھر اس انسان ہمیشہ اپنی بات منوانا چاہتا ہے۔ ایسے ہی جب کفار سے پوچھا جاتا کہ تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو تو کہہ دیتے کُنَّا نَخُوْ ضُ وَ نَلْعَبُ نہیں جی ہم تو یونہی مشق کے طور پر ذرا باتیں کررہے تھے تو خداتعالیٰ نے اس پر ان کو سخت ڈانٹ دی اور کہا قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيَاتِهٖ وَ رَسُوْ لِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ کیا خدا اور اس کے آیات اور اس کا رسول ؐ ہی استہزاء اور ہنسی کیلئے رہ گئے ہیں تم اپنے والدین' دوستوں' پیاروں سے کیوں تمسخر اور استہزاء نہیں کرتے؟ صرف اس لئے کہ وہ قابلِ عزت اور کسی قدر ظاہری دباؤ رکھتے ہیں۔ کیا کوئی شخص ڈپٹی کمشنر یا گورنر یا کسی بڑے آفیسر کے سامنے استہزاء کرتا ہے کیوں نہیں؟ صرف اس لئے کہ اس کا ظاہری ادب ملحوظ رکھنا پڑتا ہے یا ان کا ڈر ہوتا ہے۔ جب ان کے سامنے کسی کی مجال نہیں تو پھر وہ خدا جو تمہارا مالک ہے اس سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول ؐ سے تمسخر کرتے ہو اور اس سے نہیں ڈرتے۔

"لَا تَعْتَذِرُوْا" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی فعل کا نتیجہ ہے اور اسی وجہ سے ان لوگوں کے متعلق ایسا خطرناک فتویٰ دیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ فتویٰ انتہائی درجہ کا ہے۔ اور یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ لوگ ابتداء اس کی جڑھ کو نہیں کاٹتے۔ جب انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کو چھوڑنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ جن لوگوں کو ہنسی اور استہزاء کی عادت ہوجاتی ہے ان کی روحانی ترقی نہیں ہوسکتی۔ خشیت اللہ بالکل جاتی رہتی ہے استہزاء کرنے والا شخص خواہ کیسی ہی مضبوط چٹان پر کیوں نہ ہو وہ پھسل جاتا ہے۔ ایک دفعہ ہمارے کچھ مبلّغ ایسی جگہ گئے تو وہاں پر وہ بطور مشق احمد بیگ والی پیشگوئی کے متعلق مباحثہ کرنے لگے۔ ایک کہنے لگا کہ حضرت صاحب اس آیت کے مصداق تھے۔ دوسرا کہنے لگا نہیں آپ تو اس کے مصداق نہیں تھے وہ جن کی اصلاح کیلئے گئے تھے ان میں سے دو شخصوں نے خیال کیا کہ یہ تو یونہی بات بنی ہوئی ہے اس میں تو کچھ حقیقت نہیں آخر وہ دونوں مرتد ہوگئے اور انہیں اس سے ابتلاء آگیا۔ اب جن کی وجہ سے ان کو ابتلاء آیا یہ گناہ ان کے سرپر پڑے گا کہ ان کی وجہ سے وہ پھر گئے اور پھر جو ان کو دیکھ کر مرتد ہوں گے ان کی سزا بھی ان کو ملے گی۔

قادیان میں ایک دفعہ وفات مسیح اور حیات مسیح پر مشق کے طور پر مباحثہ ہوا اس پر ایک شخص نے یہ کہہ دیا کہ مجھے تو اس مسئلہ میں شبہ پڑگیا ہے۔ اِسی وجہ سے مَیں ڈبیٹ (مباحثہ) کوناپسند کرتا ہوں کیونکہ اس میں بھی یہی طریق ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی اس طریق کو بہت ناپسند فرماتے تھے۔ کیا کوئی شخص اس بات پر بھی ڈبیٹ کرتا دیکھا ہے کہ ایک کہے جارج پنجم بادشاہ ہے اور دوسرا کہے نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ ڈرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اس جُرم کی سزا تو اخباروں میں شائع کی جاتی ہے اور لوگوں کو یقین ہوتا ہے کہ اگر ہم نے ایسا کام کیا تو ضرور گورنمنٹ پکڑے گی اور سزا دے گی۔ جب ایسی استہزاء کی باتوں پر گورنمنٹ نہیں چھوڑتی تو وہ خدا جس کی سلطنت نہایت زبردست ہے اور جس کی پولیس مخفی در مخفی ہے وہ کیونکر ایسے مجرم کو چھوڑ سکتا ہے۔ایک مبائع تو میرے سامنے بیٹھ کر یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ وہ خلافت کے متعلق یہ بحث شروع کردے کہ مَیں خلیفہ ہوں یا نہیں یا خلافت کی ضرورت ہے یا نہیں کیوں وہ میرے سامنے ایسی بات نہیں کرتا صرف اس لئے کہ مجھے وہ اپنا امام سمجھتا ہے میرا ادب کرتا ہے۔ تو وہ خدا جس کی حکومت وسیع ہے اس کے سامنے کیوں ایسے استہزاء اور تمسخر کے کلمات بولتے ہو۔ کیا تم اس خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا خدا کا ڈر معمولی آفیسر کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا؟ مَیں دیکھتا ہوں کہ اس معاملہ میں ابھی اصلاح کی بہت ضرورت ہے اور ہمارے دوستوں کو اس طرف بہت توجہ کرنی چاہیئے۔ کیا بحث و مباحثہ اور استہزاء کرنے کیلئے دوسری قومیں تھوڑی ہیں جو تم اس پر اپنے اوقات صرف کرتے ہو؟ بحث و مباحثہ سے بہت کم ہدایت اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔ یہ مولویانہ طریق ہے یہ ایمان کو جڑھ سے اکھیڑ دیتا ہے کیا خداتعالیٰ کی ہستی انبیاء کی نبوت' مسیح موعود کی صداقت اور قرآن کریم کے انکار کرنے والے پہلے دنیا میں تھوڑے ہیں؟ انکار کرنے والی تو ساری دنیا کے مگر اقرار کرنے والے تھوڑے ہیں۔ زیادہ لوگوں میں قدر نہیں ہوتی بلکہ تھوڑے لوگوں میں قدر ہوتی ہے جاہل تو دنیا میں کروڑہا ہوں گے مگر ایم اے اور بی اے دنیامیں تھوڑے ہیں۔ پھر دیکھو کن کی قدر ہوتی ہے۔ ایسے ہی حقیقی اسلام یعنی احمدیت کے نام لیوا تو تھوڑے بلکہ بہت ہی قلیل ہیں لیکن اس کے منکر ساری دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ پس تم کو چاہیئے کہ اپنی طبیعتوں میں وہ رنگ پیدا کرو جو صحابہ رضی اللہ عنھم میں تھا۔ وہ کبھی اس قسم کے مباحثات میں نہ پڑتے تھے بلکہ جب کبھی اکٹھے ہوتے تو جو جو نکات معرفت یا کسی

آیت کے عجیب معنے سوجھتے وہ ایک دوسرے کو سنایا کرتے۔ وہ کبھی خدا کی ہستی اور انبیاء کی نبوت کا انکار کرکے اس قسم کی لغو باتوں میں نہ پڑتے۔ تم کو بھی چاہیئے کہ جب مسجد میں آؤ بجائے اس کے کہ تم ایسی باتوں میں پڑو اور امام کے آنے تک مباحثات میں لگے رہو یہ باتیں کرو کہ مجھے آج قرآن میں تدبر کرتے کرتے یہ نکتہ سوجھا ہے اور فلاں آیت کے یہ نئے معنے سمجھ آئے ہیں۔ اس سے تمہاری روحانی ترقی بھی ہوگی نور ایمان بھی دن بدن بڑھے گا اور تم اپنے اندر ایک بیّن تبدیلی پاؤ گے۔

جنگ تبوک میں بھی بعض منافقوں نے مسلمانوں کو یہ کہنا شروع کیا کہ تم بڑے بزدل اور ڈرپوک ہو بڑے کمزور ہو جب حضرت نبی کریمؐ کے پاس یہ معاملہ پہنچا اور آپ نے پوچھا تو جواب میں کہا گیا کہ حضور ہم تو اس لئے کہتے کہ سفر جلدی کٹ جائے گا اور ہم باتوں ہی باتوں میں منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے تو خداتعالیٰ نے اس پر بڑی ڈانٹ دی اور کہا قُلْ أَبِاللّٰهِ وَ اٰ يَاتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُ وْنَ کیا خدا اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے استہزاء کرتے ہو کیا وہی استہزاء کیلئے رہ گئے ہیں۔ یہ مرض تلوار کی دھار سے بڑھ کر تیز ہے تم کو اس سے بچنا چاہیئے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بھی ہنسی کرتا ہوں مگر میری ہنسی میں جھوٹ نہیں ہوتا۔ تم بے شک مذاق کرو مگر اس حد تک کہ اس میں جھوٹ نہ ہو اور خداتعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی آیات سے بھی استہزاء اور ہنسی نہ کرو۔ خداتعالیٰ ہماری جماعت کو اس مرض سے محفوظ رکھے اور شیطان سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

(الفضل ۲۸-جولائی ۱۹۶۵ء)

۱؎ التوبۃ:۶۴تا۶۶	۲؎ سورۃ النباء	۳؎ النَّبَاء:۴۱

۴؎ البقرۃ:۲۶

۵؎ مثنوی مولانا روم مراد ہے۔

۶؎ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول